ڈاکٹر سید معین الرحمٰن
اعزاز فضیلت

بابائے اُردو کے مکاتیب:
حیات و خدمات کا ایک اہم ماخذ

پہلے کہیں لکھ بھی چُکا ہوں ___ اور بارہا کہتا تو رہتا ہی ہوں کہ:

''انجمن ترقی'' اردو سے مولوی عبدالحق کا قدیمی اور قلبی تعلق تھا ___ ''انجمن'' اور مولوی عبدالحق میں کوئی دوئی نہیں رہ گئی تھی۔ کم از کم میرا ذہن'' انجمن'' کے ایسے تصور سے عاجز ہے جس کے گوشے گوشے میں عبدالحق کے دل کی دھڑکن نہ سُنائی دیتی ہو ___

میرے لیے اس'' عبدالحق'' کا تصور بھی محال ہے جس کے سن و سال کا کوئی لمحہ ''انجمن'' کے ذکر، فکر اور اس کے لیے کچھ کر گزرنے کی عملی دُھن سے خالی رہا ہو ___

۱۹۱۲ء سے، اپنے انتقال ۱۹۶۱ء تک مولوی عبدالحق ''انجمن'' سے وابستہ رہے۔ اگر ان پچاس برسوں کے باہم تعلقِ خاطر کا معروضی جائزہ مُرتّب کیا جا سکے تو جہاں یہ ایک طرف ''حیاتِ عبدالحق'' کی تدوین کے مساوی اور مُترادف ہوگا، وہاں بجا طور پر یہ سعی ''مسعود انجمن'' کے ابتدائی پچاس برسوں کی اُجلی اور نتھری روداد بھی متصور ہوگی۔

مولوی عبدالحق کے انتقال پر چالیس برس بیت چکے۔ ان چار دہائیوں میں ''حیات عبدالحق'' کی تدوین کی سمت میں انفرادی یا اجتماعی طور پر کیا پیش رفت ہوئی؟

یااس بارے میں کچھ منصوبہ سازی ہوئی بھی؟ اس حوالے سے مجموعی منظر نامہ مجھے گدلا اور دُھندلا سا دکھائی دیتا ہے۔

کسی شخصیت کو صحیح تناظر اور اصلی سیاق وسباق میں دیکھنے اور اس کے ذہنی اور فکری عمق اور علائق کو جاننے کے لیے، اس کے مکاتیب سب سے بڑی گواہی اور سب سے زیادہ راست اور با اعتماد ماخذ ہو سکتے ہیں۔مولوی عبدالحق کی زندگی میں اور مابعد چالیس برس سے زیادہ گزر جانے کے باوجود کیا ہم نے حیاتِ عبدالحق کے بنیادی کڑی، یعنی اُن کے خطوں کی بازیابی اور بازآفرینی کے لیے کوئی سنجیدہ اور دردمندانہ کوشش کی؟ اس سوال کا جواب بھی مجھے کوئی اطمینان فراہم نہیں کرتا۔

ستائیس برس پہلے میں نے بابائے اُردو کی کتابی صورت میں چھپی ہوئی چھوٹی بڑی تصانیف، رسالے کتابچے وغیرہ جمع کرنا شروع کیے تو یہ تعداد اسی پچاسی (۸۰۔۸۵) سے متجاوز ہوگئی۔ کچھ چیزیں یا حوالے بعد کے برسوں میں میرے ہاتھ لگے۔ اس سے زیادہ چیزیں کراچی سے باہر میرے ذخیرے کے علاوہ شاید کسی اور سخت جان کے پاس بھی ہوں___ اس سرمائے کی بھی اہمیت ہے، لیکن بابائے اُردو کے خطوط کی جمع وترتیب تو ایک فرض مدّقت ہے۔ اس کا وقت مقرر ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے___ اور گزرتا جائے گا، اُن کے مکاتیب کا جمع اور فراہم کرنا مشکل تر ہوتا جائے گا اور یہ بڑا المیہ ہے___ اِس جانب ترجیحاً جلدتر توجہ دینے اور ہنگامی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

''انجمن'' کی کارگزاری یا مولوی عبدالحق کے اثرات اور احسانات کا کوئی معروضی جائزہ لیا جانا ممکن نہیں، جب تک اُن کے خطوں کی فراہمی کو ہم بطور مشن نہ لیں___ اور اسے اپنا لازمی، اور حتمی ہدف اور نصب العین نہ بنالیں۔ یہ خط، انجمن اور صاحبِ انجمن کے کارناموں کو روشن اوران کے پیغام اور کام کو اگلی نسل تک پہنچانے کے سلسلے میں اساسی اہمیت اور بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی جمع آوری اور فراہمی کے بغیر عمارت اپنے شکوہ، اور نفاستوں کے ساتھ منعکس نہیں کی جاسکتی۔

اس اہم اور اساسی کام کی جانب ہماری پیش قدمی اور ہمارا حاصل قابلِ فخر نہیں___ میرے علم اور ذخیرے کی حد تک مولوی عبدالحق کے دس(۱۰) مجموعے کتابی صورت میں موجود ہیں۔

دو(۲) مجموعے مولوی عبدالحق کی زندگی کی آخری برس میں چھپے:

۱۔ مکتوبات بابائے اُردو، بنام حکیم محمد امامی (وڈاکٹر شبیر حسن خاں)۔ خطوں کا یہ مجموعہ کراچی سے ۱۹۶۰ء میں چھپا۔ اِس مجموعے میں موجود کل خط ۱۱۸ (ایک سو اٹھارہ) ہیں۔

۲۔ دوسرا مجموعہ ''اُردوئے معلّٰی'' مولوی عبدالحق کی زندگی میں چھپا۔ یہ بابائے اُردو کے رفیق دیرینہ سید ہاشمی فرید آبادی کا مرتب کردہ ہے۔ اس پر تاریخ طباعت فروری ۱۹۶۱ء درج ہے۔ اس میں شامل خطوں کی تعداد ۳۶۷ ہے۔ (تین سو سڑسٹھ)۔

خطوں کے آٹھ (۸) مجموعے مولوی عبدالحق کے انتقال کے بعد اشاعت پذیر ہوئے:

۱۔ مکتوباتِ عبدالحق مُرتبہ جلیل قدوائی، مطبوعہ ۱۹۶۳ء اس میں خطوں کی تعداد ہے ۵۳۱ —— کہا گیا ہے کہ اس میں اردوئے معلّٰی'' کے تمام خطوط'' آگئے ہیں۔ یہ پوری صداقت نہیں۔ اردوئے معلّٰی کے چھ خط اس میں شامل نہیں ہیں۔ قدوائی صاحب کے مجموعے میں ۳۶۱ خط ''اردو کے معلّٰی'' سے لیے گئے ہیں اور ۱۷ خط امامی صاحب کے مجموعے سے ماخوذ ہیں۔ اس طرح اگرچہ یہ مجموعہ ۵۳۱ خطوں پر مبنی ہے لیکن اِس میں نئے خطوں کی تعداد ایک سوترپن (۱۵۳) رہ جاتی ہے۔

۲۔ خطوطِ عبدالحق، مرتبہ: محمد اکبر الدین صدیقی، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۶۶ء (اس مجموعے کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں پنڈت بنی دھر کے نام کچھ انگریزی خط بھی شامل ہیں) اِس مجموعے میں خطوں کی کل تعداد ۲۸۲ (دوسو بیاسی) ہے۔

۳۔ خطوط بنام حسام الدین راشدی: یہ خط رسالہ ''قومی زبان'' کے بابائے اردو نمبر ۱۹۶۴ء میں چھپے۔ آف پرنٹ کے طور پر یہ خط ایک سرورق کے ساتھ الگ سے کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ ان خطوں کا بیس (۲۰) سطری ''سرنامہ'' مشفق خواجہ کے قلم سے ہے۔ اِس مجموعے میں بابائے اردو کے ایک سو چھبیس (۱۲۶) خط شامل ہیں۔

۴۔ ''عبدالحق کے خطوط عبدالحق کے نام'': یہ مجموعہ افضل العلماء عبدالحق نے ۱۹۵۴ء میں خود مرتب کیا لیکن چھپا یہ اُن کے انتقال کے بعد کرنول (بھارت) سے ۱۹۶۸ء میں۔ یہ مختصر مجموعہ ستاون (۵۷) خطوں پر مُشتمل ہے۔

۵۔ خطوط عبدالحق بنام ڈاکٹر عبداللہ چغتائی: یہ کوشش ڈاکٹر عبادت بریلوی لاہور ۱۹۷۷ء۔ چغتائی لکھتے ہیں کہ اس میں اسی (۸۰) شامل ہیں۔ جبکہ مطبوعہ مجموعے میں شامل خطوط کی تعداد ستتر (۷۷) ہے۔

۶۔ مکاتیبِ عبدالحق بنام مولانا محوی، مرتبہ: عبدالقوی دسنوی، انجمن، کراچی ۱۹۸۱ء دسنوی صاحب خطوں کی تعداد (۴۸) بتاتے ہیں جبکہ مجموعے میں چھیالیس (۴۶) خط شامل ہیں۔

۷۔ خطوطِ عبدالحق بنام ڈاکٹر عبادت بریلوی: اِس مجموعے میں شامل ۱۷۳ خط سب کے سب عبادت بریلوی کے نام ہیں۔ خطوں کی یہ عکسی اشاعت خود عبادت صاحب کے زیرِ اہتمام لاہور سے ۱۹۸۴ء میں منظرِ عام پر آئی۔

۸۔ خطوطِ عبدالحق بنام آلِ احمد سرور (مُرتبہ: آلِ احمد سُرور)، مطبوعہ انجمن، کراچی ۱۹۹۸ء اِس اشاعت میں کُل اُنتالیس (۳۹) خط ہیں۔ ایک راس مسعود کے نام اور باقی اڑتیس (۳۸) خود سُرور صاحب کے نام۔

بابائے اُردو کے خطوں پر مبنی یہ دس مجموعے پچھلے سینتیس (۳۷) برسوں میں منصۂ شہود پر آئے۔ ان میں کچھ خط ایک سے زیادہ مجموعوں میں شامل ہیں۔ ان مُشترک

خطوں کو چھوڑ کر نئے خطوں کی کل تعداد ایک ہزار چار سو اڑتیس (۱۴۳۸) بنتی ہے ___ اِن دس مطبوعہ مجموعوں میں سب سے زیادہ خط مولانا ہاشمی فرید آبادی کے مُرتب اور شائع کردہ مجموعے میں شامل ہیں۔ ان کی تعداد تین سو سڑسٹھ (۳۶۷) ہے۔ کسی ایک شخص کے نام بابائے اُردو کے اب تک سب سے زیادہ خط عبادت بریلوی کے نام منظرِ عام پر آئے ہیں جو تعداد میں ایک سو ستر (۱۷۰) سے زیادہ بنتے ہیں۔

ایک خوشی کی بات اور اطلاع یہ ہے کہ بابائے اُردو کے غیر مرتب خطوں پر مشتمل ایک نیا مجموعہ بھی تدوین پا چکا۔ یہ ابھی چھپا نہیں ہے ___ ۱۹۹۷ء میں اِس قابلِ قدر تحقیقی اور تدوینی کام پر علامہ اقبال یونیورسٹی اسلام آباد نے پروفیسر بدر منیر الدین کو ایم فل (اردو) کی ڈگری تفویض کی۔ یہ اہم اور مفید کام میری نگرانی میں انجام پایا۔ اس مجموعے میں مولوی عبدالحق کے نئے اور صحت متن کے ساتھ شامل خطوں کی تعداد ۴۲۳ (چار سو تئیس) ہے۔ یہ مجموعہ بابائے اردو کے اب تک کے سب مجموعوں سے زیادہ نئے خطوں پر مشتمل ہے۔ اِس مجموعے کے بعد مولوی عبدالحق کے دستیاب خطوں کی مجموعی تعداد ۱۸۶۱ تک جا پہنچی ہے[1]۔ میں اس تعداد کو اقلِ قلیل خیال کرتا ہوں۔ انھوں نے اس سے کوئی پچاس گُنا زیادہ خط تو ضرور ہی لکھے ہوں گے جن تک ابھی ہماری رسائی ممکن نہیں ہو پائی۔

مولوی عبدالحق کے خطوں پر مبنی گیارہ مجموعوں میں اُن کا قدیم ترین خط جنوری ۱۹۱۴ء اور آخری یکم جون ۱۹۶۱ء کا ہے۔ پچاس ساٹھ برس کی عملی زندگی میں مولوی عبدالحق نے پانچ چھ خط روزانہ کی اوسط سے بھی خط لکھے ہوں تو ''ایک لاکھ یا اس سے زیادہ خط لکھنا'' بعید از قیاس نہیں ___ خود مولوی عبدالحق کی ایک تحریر سے اس کی تائید اور توثیق ہوتی ہے۔

اس وقت بابائے اُردو کا ۹ اپریل ۱۹۵۹ء کا لکھا ہوا ایک خط میرے سامنے ہے سید صمد حسین رضوی کو لکھتے ہیں۔

(۱) مولوی عبدالحق نے درسی ضروریات کے تحت دو حصو میں ''بچوں کے خطوط'' بھی تالیف کیے یہ ۱۹۴۴ء کی بات ہے۔ ان خطوں کی نوعیت شخصی نہیں خالصتاً تدریسی رنگ و آہنگ کی ہے۔ خطوں کا پہلا مجموعہ مدارسِ تحتانیہ اور دوسرا حصہ مدارسِ فوقانیہ کے بچوں کے لیے تصنیف کیا گیا۔

''—— میں نے اب تک بے شمار خط لکھے —— ایک لاکھ یا اس سے زیادہ
—— ہر خط اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لیکن آج کل ضُعفِ بصارت کی وجہ
سے لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں —— (نقوش، شمارہ ۹۷، ۱۹۶۳ء)

ممکن ہے اِسے زمینی حقیقت کم اور مبالغہ زیادہ تصور کیا جائے۔ ایک لمحے کے لیے مولوی عبدالحق کی بات کو ''نصف صداقت'' مان لیا جائے تو بھی مولوی عبدالحق کے لکھے ہوئے خطوں کی تعداد پچاس ہزار سے ضرور ہی متجاوز ہونی چاہیئے۔ جو دستبردار زمانہ کے ہاتھوں بچ گئے ہوں اور کسی مہم جو، کی نگہہ مشتاق کے منتظر جہاں تہاں، یہاں وہاں دبے پڑے ہوں۔ اِسی لیے میں کہتا ہوں کہ خطوں کو فراہم کرنے میں ہماری پیش رفت قابلِ لحاظ نہیں۔ اس کی جانب توجہ ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہیئے۔ اور خطوں کی دستیابی کو ہمیں ایک مہماتی سرگرمی بنا لینا چاہیئے۔

مولوی عبدالحق کے خط معاصر تاریخ کا آئینہ ہیں۔ اُن کے افکار و نظریات، اُن کی پسند نا پسند ان کے جذبات اور محسوسات، ان کے میلانات و رجحانات، ان کے عادات و اشغال، ان کے اعمال اور اطوار، ان کے احساسات وار تعاشات، اُن کی افتادِ مزاج، اُن کے رویوں، کاموں اور کارناموں کو سمجھنے اور جاننے میں، اُن کے خط، کلید کا کام دیتے ہیں۔ خطوں میں اُن کی آپ بیتی کے نقش بکھرے ملتے ہیں۔ یہ خطوط ان کی سوجھ بوجھ، اُن کے اوصاف و محاسن، اُن کی کمزوریوں، اُن کی قوتوں، ان کی ترجیحات اور منصوبہ بندیوں اور اُن کے اہداف اور خوابوں سے ہمیں روشناس کراتے ہیں۔ ان خطوں سے علمی تعلیمی، تربیتی، لسانی تحقیقی اُمور اور زبان و ادب کے اسرار و رموز اور اُن کی ضروری جُزئیات اور تفصیلات ہاتھ آتی ہیں۔

اِس لیے میں بہت شدت اور دردمندی کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولوی عبدالحق کے مکاتیب کی تلاش اور جستجو اور ان کی ماہرانہ تدوین ہمارا پہلا ہدف ہونا چاہیے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے، اِس قیمتی سرمائے کے تلف اور ناپید ہونے کے امکانات قدرتی طور پر بڑھتے جائیں گے۔

کئی سو غیر مرتب خطوں تک میری رسائی ہو چکی —— یہ کافی نہیں۔ افسوس کہ پچھلے چالیس پچاس برس میں اِس سمت اور منزل کی جانب ہماری نظر نہیں رہی۔ تلافیِ مافات کے لیے اب —— اس اہم اور تاریخی ورثے کی باز آفرینی کی ایک تیز رفتار، منظم اور سرگرم کوشش بہت ضروری اور لابدی ہے۔

☆☆☆